دکن میں چشتیہ سلسلہ کی ابتدا اور فروغ

(۱۳۰۰ — ۱۵۳۸)

(از ڈاکٹر محمد سلمان صدیقی لکچرار اسلامک اسٹیڈیز جامعہ عثمانیہ حیدرآباد)

تاریخی پہلو:- ہندوستان میں صوفیا اکرام نے مبلغ دین وسماجی مصلحین کی حیثیت سے اسلامی عقیدے کی تبلیغ کرکے ایک مثالی کردار پیش کیا اور ان ہی خوبیوں کی بدولت نہ صرف دکن میں بلکہ سارے ہندوستان میں مذہبی، سماجی اور سیاسی طاقت بن کر سامنے آئے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے بموجب "اگر وسیع تہذیبی اندازِ فکر سے سوچا جائے تو پتہ چلے گا کہ تصوف ہی کی بدولت مسلمانوں کے مختلف تہذیبی فرقے اپنے آپ کو مقامی معاشرتی ماحول سے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب رہے۔ اور جن سماجی اور لسانی پردوں نے شمال اور جنوب کو ایک دوسرے سے جدا کردیا تھا اٹھ گئے اور ہندوستان میں ایک نئے سماجی ماحول نے جنم لیا۔[1]

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد تین راستوں سے ہوئی جس میں بری، بحری اور درہ خیبر کے راستوں کو بڑا دخل حاصل ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شمالی ہند میں آنے والے صوفیا کی ایک کثیر تعداد درہ خیبر سے ہندوستان میں داخل ہوئی۔[2]

مخدوم سید علی الجلابی الہجویری المعروف داتا گنج بخش (وفات ۴۶۵ A.H/۱۰۷۲ A.D)

---

[1] خلیق احمد نظامی، صوفی موومنٹس ان دی دکن، ہسٹری آف میڈیوَل دکن جلد دوم ایڈیٹر ہارون خان شیروانی اور ڈاکٹر جوشی حیدرآباد ۱۹۷۴ صفحہ ۱۸۰

[2] جان. اے صبحان، صوفی ایزم اٹس سینٹس اینڈ شرائین لکھنؤ۔ ۱۹۳۸ صفحہ ۱۱۸

مصنف کشف المحجوب کی لاہور آمد پر صوفیانہ تبلیغی ادارہ میں ایک نئی حرکت رونما ہوئی [1] تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ گیارھویں صدی عیسوی سے بخارا، سمرقند، پرشیا اور غالباً شام اور عرب سے درویشوں کی ایک کثیر تعداد ہندوستان میں آئی اور یہیں کی ہو رہی [2]

ابوالفضل [3] نے (۱۴) صوفی سلاسل کا ذکر کیا ہے۔ جو کہ اکبر (۱۶۰۵-۱۵۶۵) کے دور تک ہندوستان میں کام کر رہے تھے۔ جن میں طیفوری، کرخی، سقطی، جنیدی، العاذی، ہبیری، گجراتی، فردوسی، طوسی، ادھمی، زیدی، سہروردی اور چشتی شامل ہیں۔ یہ چودہ سلاسل ہندوستان میں چودہ خاندانوں کے نام سے مشہور ہوئے [4] یہ سب سلاسل اپنا روحانی واسطہ حسن بصری سے جوڑتے ہیں

پروفیسر خلیق احمد نظامی [5] کا خیال ہے کہ یہ فہرست ضرورت سے زیادہ طویل ہے اور اس میں ایسے سلاسل بھی شامل کرلئے گئے ہیں جن کو در حقیقت ہندوستان میں کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ان چودہ سلاسل میں صرف چشتی اور سہروردی سلسلہ نے ہندوستان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ان دو سلسلوں کے ساتھ ساتھ فردوسیہ اور شطاریہ سلسلے شیخ بدرالدین سمرقندی اور عبداللہ شطاری کی کوششوں کی بدولت کام کرتے رہے [6] لیکن کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کرسکے

---

[1] محمد مجیب، دی انڈین مسلم لندن۔ ۱۹۶۷ء۔ صفحہ ۱۱۶

[2] اناالحق، صوفی مومینٹس ان بنگال، انڈو ایرانکا۔ جلد سوم ۱۹۴۸ء۔ صفحہ ۲۰

اناالحق، صوفی مومینٹس (ان انڈیا) انڈین کلچر، جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۴۳۹۔

محمد مجیب، دی انڈین مسلمز، صفحہ ۱۱۶

[3] ابوالفضل، آئین اکبری۔ اردو ترجمہ محمد فدا علی جلد سوم حیدرآباد ۱۳۴۰ء صفحہ ۱۹۰

[4] اناالحق صوفی مومینٹس ان انڈیا، انڈین کلچر۔ جنوری ۱۹۳۶ء۔ صفحہ ۴۳۹

[5] خلیق احمد نظامی، سم آسپیکٹس آف ریلیجن اینڈ پالٹکس ان انڈیا ڈیورنگ تھرٹین سنچری بمبئی ۱۹۶۱ء۔ صفحہ ۱۷۷، ۱۷۵

[6] خلیق احمد نظامی، سم آسپیکٹس آف ریلیجن اینڈ پالٹکس ان انڈیا ڈیورنگ تھرٹین سنچری صفحہ ۱۷۷، ۱۷۵ بمبئی ۱۹۶۱ء

ابوالفضل نے جو چودہ سلاسل بیان کئے ہیں ان کے علاوہ سولھویں (۱۶) صدی عیسوی کے بعد چند اور صوفی سلاسل نے ہندوستان میں عظیم کامیابی حاصل کی۔ ان میں شطاری، قادری قلندری، نقشبندی اور اویسی سلاسل قابلِ ذکر ہیں۔

ہندوستان کے مغربی ساحل پر مسلمانوں کی آمد اور ان کی نوآبادیات کے قیام کے بارے میں کافی تاریخی مواد دستیاب ہوتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی دکن میں آمد اور ان کے قیام اور خاص طور پر ۱۳۲۷/۲۳ جبکہ محمد بن تغلق نے اپنا دارالخلافہ دہلی سے دیوگیر منتقل کیا۔ دکن میں مسلمانوں کی نوآبادیات پر کوئی مواد دستیاب نہیں ہوتا۔ تاہم پائے تخت کی تبدیلی سے قبل خاص طور پر دولت آباد اورنگ آباد۔ گلبرگہ، بیجاپور، پلینوکنڈہ، اور ترچناپلی میں پائے جانے والے صوفیا اکرام کے مزارات جوکہ ۱۳۲۷ سے قبل کے ہیں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس علاقہ میں مسلمان قابل لحاظ تعداد میں موجود تھے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اس نے سیلون میں کئی بزرگوں کے مزارات دیکھے جن میں شیخ عبداللہ حنیف، شیخ عثمان اور بابا طاہر کے مزار قابل ذکر ہیں اور اس نے مسلمانوں کی نوآبادیات اور ملابار اور تراوینکور پر مسجدیں پائیں۔ قرونِ وسطیٰ کی۔ اور بعد کے دور کی تواریخ اور مختلف سیاحوں کے بیانات جوکہ مختلف زبانوں میں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دکن کے مختلف علاقوں میں صوفیا اکرام کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ ان میں بعض قابل ذکر نام۔

میران سید حسینی ـــــ ۵۸۴/۱۱۸۸ ـ سید شاہ مومن ـ دولت آباد ـ ۵۷۹/۱۲۰۰

شاہ علی پہلوان ـ کرنول ـ ۶۷۲/۱۲۷۳ ـ سید علاؤالدین ـــــ ۶۵۱/۱۲۵۳

سید حسام الدین تیغ برہنہ ـ گلبرگہ ـ ۶۸۶/۱۲۸۱ ـ پیر مقصود ـ دولت آباد ـ ۷۰۰/۱۳۰۰

پیر جمنا ـ بیجاپور ـــــ ۷۰۲/۱۳۰۲ ـ سید علی شہید ـ بیجاپور ـــــ ۷۰۵/۱۳۰۵

پیر میٹھے ـ " ـــــــــ ۷۳۲/۱۳۳۱

۱؎ ابن بطوطہ، صلا، انگریزی ترجمہ، مہدی حسن، بڑودہ: ۱۹۵۳، صفحہ ۱۹۳، ۱۹۰

تاج الدین منورؒ ـــــ بیجاپور ـــــ ۱۳۳۱/۷۳۲

اوپر بیان کئے گئے صوفیا اکرام کے بارے میں کوئی معتبر مواد دستیاب نہیں ہوتا- اور نہ ہی ان کے سلاسل، ان کے خیالات ان کے طریقہ کار اور تنظیم کے بارے میں کوئی مواد دستیاب ہوتا ہے بہرحال ایسے اشارے ضرور ملتے ہیں کہ یہ حضرات ان علاقوں میں موجود تھے۔ یہ پتا نا بھی مشکل ہے کہ آیا یہ لوگ شمالی ہند سے یہاں آئے تھے یا پرشیا اور عراق سے ۔

شمالی ہند میں چشتیہ سلسلہ کا قیام

ہندوستان میں چشتیہ سلسلے کی ابتداء کا شرف حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی (وفات ۱۲۳۶/۶۳۴) کو حاصل ہے وہ پرتھوی راج کے عہد میں ۱۱۹۳/۵۹۰ ہجری میں ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنایا[۲] ابتداء میں چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں راجپوتانہ، اترپردیش، پنجاب ہانسی، اجودھن میں قائم ہوئیں۔ خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفۂ خاص خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے دیہاتی علاقوں میں کام کیا[۳] اور آخر چودھویں صدی عیسوی تک چشتیہ سلسلے کے حضرات نے سارے شمالی ہند میں خانقاہوں کا ایک جال بچھا دیا۔ حضرت فرید الدین گنج شکر (وفات ۱۲۶۵/۶۶۴) اور حضرت نظام الدین اولیاء (وفات ۱۳۲۵/۷۲۵) کے دور میں چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں سارے ہندوستان

۱۔ سید شاہ غلام علی، مشکوٰۃ نبوۃ، مشکوٰۃ ۱۵- مخطوطہ - ۱۲۲۲، ہجری

سقاف، حدیقۂ رحمانی، مخطوطہ ۲۱۰۵ سجادہ نشین درگاہ منگروص - حیدر آباد صفحہ ۸۷-۸۸

محمد ابراہیم، روضۃ الاولیاء بیجاپور، رائچور- ۱۳۱۳ھ- صفحہ ۲۰-۱۷

محمد بشیر الدین، واقعات مملکت بیجا پور، آگرہ - ۱۹۱۵، صفحہ ۲۱۵

خلیق احمد نظامی، صوفی موومنٹس ان دکن صفحہ ۱۷۰

۲۔ خلیق احمد نظامی، چشتی، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد دوم، صفحہ ۴۹

۳۔ خلیق احمد نظامی، سم اسپیکٹس آف ریلیجن اینڈ پالٹکس ان انڈیا ڈیورنگ تھرٹین سنچری صفحہ ۱۸۵-۱۷۸

میں پھیل گئیں۔[۱]

چشتیہ سلسلہ دکن میں:-

آج کل کے مورخین[۲] کا خیال ہے کہ دکن میں چشتیہ سلسلہ کی بنیاد حضرت برہان الدین غریب (وفات ۱۳۳۸/۳۹ء) نے رکھی۔ جو کہ حضرت نظام الدین اولیا کے بہت ہی بلند پایہ خلیفہ تھے لیکن چند ایسے اشارے ملتے ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ برہان الدین غریب سے قبل چشتیہ سلسلہ دو دوروں سے گذرا ہے پہلا دور اس سلسلے کا قیام اور دوسرا دور اس سلسلے کا دکن کی سرزمین میں پھیلانا ہے۔ جامی رومی[۳] (وفات ۱۱۶۰/۵۵۵) جو کہ خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ تھے اور جن کا شمار خواجہ معین الدین اجمیری کے ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ بیجاپور کی سرزمین میں اس سلسلہ کی اشاعت کا کام انجام دے رہے تھے۔

شیخ صوفی سرمست[۴] (وفات ۱۲۹۰/۶۸۹) بھی دکن میں ایک کثیر جماعت کے ساتھ، ساتویں صدی ہجری کے آخر میں آئے۔ دکن آنے پر آپ نے شاہ پور کے علاقہ سگر میں قیام کیا اور اپنی آخری عمر تک اس علاقہ میں رہے ان حضرات کے بارے میں اس دور کے معاصر کتب میں کوئی مواد دستیاب نہیں ہوتا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان حضرات نے چشتیہ سلسلے کے مسلک کو پھیلانے کا کام انجام دیا۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے دو نوجوان مریدوں خواجہ عزیز الدین اور شیخ زادہ کمال جو کہ شیخ فرید الدین گنج شکر کے نواسے تھے کو محمد بن تغلق کے دکن فتح کرنے سے قبل مالوہ اور دیوگیر روانہ کیا۔ ان دونوں حضرات نے کامیابی کے ساتھ اس سلسلے کی اشاعت کا کام انجام دیا۔[۵]

۱۔ خلیق احمد نظامی اسپیڈ، صفحہ ۱۹۰۔ ۲۔ خلیق احمد نظامی چشتیہ، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد دوم، صفحہ ۵۰۔

۳۔ سنقاف، حدیقۃ رحمانی صفحہ ۳، ۶۔ ۴۔ غلام محمد، سیر مخدومی، مخطوطہ ۱۳۲۶، روضۂ شیخ لائبریری گلبرگہ، صفحہ ۶۵

محمد بشیر الدین، واقعات مملکت بیجاپور، صفحہ ۲۱۵۔ محمد بشیر الدین صاحب کا خیال ہے کہ آپ حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید بھی تھے

۵۔ امیر خسرو، سیر اولیاء، دہلی، ۱۳۰۲، صفحہ ۱۹۰۔ غلام علی آزاد بلگرامی، روضۃ اولیاء، اورنگ آباد، ۱۳۱۰، صفحہ ۱۲

اوپر بیان کیے گئے بزرگوں کے علاوہ منتخب الدین زرزری زربخش ۵(۱۳۰۹-۱۲۷۶/۷۰۹-۶۷۵) جو کہ برہان الدین غریب کے چھوٹے بھائی ہوتے ہیں اور حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ بھی تھے) خلد آباد میں برہان الدین غریب سے قبل ہی قیام پذیر تھے۔ اور اپنی آخر عمر تک یہیں رہے محمد قاسم فرشتہ لکھتا ہے۔ کہ حضرت منتخب الدین زرزری زربخش سات سو پالکیوں میں ایک کثیر جماعت کے ساتھ دکن آئے۔ جن میں امیر اور غریب سب شامل تھے۔ ان کی آمد کی تاریخ تو متعین نہیں کی جا سکتی لیکن اتنا وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ برہان الدین غریب سے قبل دکن آئے۔ رونق علی نے فتوح اولیا کے حوالہ سے وہ واقعہ لکھا ہے کہ جس سے حضرت برہان الدین غریب کی دکن کی آمد پر روشنی پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں حضرت برہان غریب سے ایک روز وضو کرتے وقت دریافت کیا کہ کیا تمہارے بھائی منتخب الدین تم سے بڑے تھے یا چھوٹے"۔ برہان الدین غریب فوراً سمجھ گئے کہ ان کے بھائی کا وصال ہو چکا ہے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنی ایک مجلس میں حضرت برہان الدین سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں نے تم کو تمہارے بھائی کی جگہ مقرر کیا اور تم پر لازمی ہے کہ دولت آباد روانہ ہو جاؤ" برہان الدین غریب نے دولت آباد جانے میں پس و پیش سے کام لیا۔ اس پر حضرت نظام الدین اولیاء نے اس پس و پیش کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو اپنے پیر کی مجلس سے محروم ہونا پڑے گا اس پر حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا "اس مجلس میں جتنے مرید اور خلفاء موجود ہیں وہ سب میں نے تم کو دیئے تم ان سب کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو" اس مجلس میں جو لوگ موجود تھے ان میں قابل ذکر امیر حسن اعلاء سجزی (وفات ۱۳۳۵/۷۳۶) مصنف فوائد الفواد، شیخ کمال خجندی

۵ غلام علی آزاد بلگرامی روضۃ الاولیاء اورنگ آباد ۱۳۱۰ صفحہ ۴

محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ اردو ترجمہ فدا علی، جلد اول حیدرآباد، ۱۲۹۸ صفحہ ۸۰۰

۲ رونق علی، روضۃ اقطاب، اورنگ آباد، ۱۳۳۶، صفحہ ۱۱۸

۳ رونق علی، ایضاً،

شیخ جام، شیخ فخر الدین اور کئی حضرات قابلِ ذکر ہیں [1]

جو مآخذ موجود ہیں ان سے حضرت برہان الدین غریب کی آمد کی کوئی قطعی تاریخ واضح نہیں ہے۔ اس بات میں ابھی مصنفین میں اختلاف رائے ہے کہ آیا آپ اپنے بھائی منتخب الدین زرزری زربخش کے وصال پر یعنی ۷۰۹ھ/۱۳۰۹ء میں دکن آئے یا حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال پر جو کہ ۱۳۲۵/۷۲۵ء میں ہوا [2]۔ انھیں چند سالوں کے درمیان ہندوستان کی تاریخ میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا۔ محمد بن تغلق نے ۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء میں اپنا دار الخلافہ دہلی سے دولت آباد منتقل کیا [3] امیر خسرو [4] لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت نظام الدین اولیاء برہان الدین غریب سے خانقاہ کے آداب ملحوظ نہ رکھنے پہ برہم ہو گئے۔ اس وقت حضرت برہان الدین کی عمر ۷۰ سال تھی۔ کئی دنوں تک حضرت برہان الدین غریب کو خانقاہ میں داخلہ کی اجازت نہیں ملی۔ اس پر حضرت امیر خسرو نے اپنے گلے میں رومال ڈال کر غلاموں کی طرح اپنے آپ کو حضرت نظام الدین اولیاء کے روبرو پیش کیا۔ اور برہان الدین غریب کے لئے معافی کی درخواست کی۔ اس واقعہ کے بعد برہان الدین غریب کو دوبارہ خانقاہ میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ اس کے ایک سال بعد حضرت نظام الدین اولیاء کا وصال ہوا۔ ان تواریخ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت برہان الدین غریب اپنے بھائی منتخب الدین زرزری زربخش کے وصال یعنی ۱۳۰۹/۷۰۹ء ہجری میں دہلی ہی میں مقیم تھے۔ اس بنا پر یہ بات بھی وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حضرت برہان الدین غریب نے دکن کا رخ یقیناً ۱۳۲۵/۷۲۵ء اور ۱۳۲۷/۷۲۷ء کے درمیان کیا۔ ان تواریخ کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت برہان الدین غریب سے قبل ان کے بھائی منتخب الدین زرزری زربخش دکن آچکے تھے۔ رونق علی صاحب نے

---

[1] رونق علی، ایضاً، صفحہ ۱۱۹ [2] انام الحق، صوفی موومنٹس اِن انڈیا، صفحہ ۱۴۱ م خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، صفحہ ۱۶۴ - [3] ہارون خان شیروانی، بہمنیت آف دی دکن، صفحہ ۲۰ - [4] امیر خسرو۔ سیر اولیا۔ صفحہ ۲۸۲، ۲۸۷

[5] رونق علی۔ روضۃ اقطاب، صفحہ ۱۳۰ ۱۲۶ - اورنگ آباد گزٹ ۱۸۸۴ - صفحہ ۳۹۸

ان حضرات کے ناموں کی ایک فہرست لکھی ہے جو حضرت برہان الدین غریب کے ہمراہ دولت آباد آئے۔ ان حضرات میں قابلِ ذکر امیر حسن اعلیٰ سجزی مصنف فوائد الافواد (وفات ۷۳۶/۱۳۳۶)، میر مبارک کارواں (وفات ۷۴۳/۱۳۴۲)، خواجہ حسن، خواجہ عمر (وفات ۷۵۰/۱۳۴۹) اور کمال الدین سامانا جو کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں سے تھے یہاں آئے۔ خود حضرت برہان الدین غریب کے خلفا اور مریدین میں قابلِ ذکر کاسعد بخشی، رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی مصنف شمایل الاتقیا، نفایس الانفاس، اذکار المذکور، تفسیر رموز الوالہین، اور رسالہ غریب۔ فرید الدین ادیب (وفات ۷۳۸/۱۳۳۷)، شیخ فخر الدین اور سید نصیر الدین یون پک دولت آباد آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ خلیق احمد نظامی[۲] صاحب کا خیال ہے کہ شیخ احمد جو کہ حضرت برہان الدین غریب کے اہم خلیفہ تھے نے ایک ہزار آدمیوں کو چشتیہ سلسلے سے منسلک کیا۔

دولت آباد میں برہان الدین غریب کے ہم عصر حضرات میں جن کا تعلق چشتیہ سلسلے سے تھا قابلِ ذکر سید یوسف، سید راجہ (وفات ۷۳۱/۱۳۳۱) والد بزرگوار سید محمد حسینی گیسو دراز ہیں۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے ابو الفیض من اللہ حسینی[۳] لکھتے ہیں کہ سید یوسف سید راجہ مصنف مثنوی راجہ اپنا زیادہ وقت حضرت برہان الدین غریب کے ساتھ گزارا کرتے تھے اور بیان کئے گئے تاریخی شواہد کی بنا پر کسی ایک صوفی بزرگ کو دکن میں چشتیہ سلسلے کا بانی قرار دینا مشکل ہے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ برہان الدین غریب اور ان حضرات نے دولت آباد میں چشتیہ سلسلے کے قیام میں ایک بے حد اہم رول ادا کیا ہے۔ ان حضرات نے بہمنی حکومت کے قیام سے قبل دولت آباد اور خلد آباد کے مسلمانوں کی مذہبی۔ تہذیبی۔ اخلاقی اور سماجی زندگی پر ایک گہرا اور دور رس اثر چھوڑا۔

۱۔ رکن الدین بن عماد الدین کاشانی، شمائل الاتقیا حیدرآباد، ۱۳۴۷ھ۔ صفحہ ۳۰۲

۲۔ خلیق احمد نظامی، صوفی موومنٹس اِن دکن، صفحہ ۱۸۱

۳۔ سید ابو الفیض من اللہ حسن، شواہل الجمل فی شمایل الکمل، مخطوطہ، ۸۷ ہجری، روضہ شیخ لائبریری گلبرگہ۔ صفحہ ۸۴

۴۔ سید من اللہ، تبصرۂ خوارقات، حیدرآباد ۱۹۶۲۔ صفحہ ۱۰۰ عہ تفیر رموز: تفیر رموز والوہین،

حضرت برہان الدین غریب سید یوسف سید راجہ، پیر مبارک کارواں اور امیر حسن اعلا سنجری کی وفات پر جو کہ ۳۳-۱۳۳۲/۷۳۴ اور ۱۳۳۹/۷۳۸ کے درمیان ہوئی چشتیہ سلسلے کا پہلا دور جسے بہمنی حکومت کے قیام سے اول کا دور کہا جا سکتا ہے ان حضرات کی وفات کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

چشتیہ سلسلے کا دوسرا اور بے حد اہم دور حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی[۱] ۱۴۰۰/۸۰۳ میں گلبرگہ تشریف لانے پر شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے عظیم چشتیہ خانوادہ اور آپ کی اس سلسلے کی اشاعت کی کاوشوں پر نظر ڈالوں یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ سید زین الدین شیرازی[۲] (وفات ۱۳۶۹/۷۷۱) خلیفہ حضرت برہان الدین غریب نے دولت آباد خلد آباد اور اطراف و اکناف کے علاقوں اور خاص طور پر فاروقی حکومت کے علاقوں میں چشتیہ سلسلے کے چراغ کو منور رکھا۔ سید زین الدین شیرازی کا شمار بہمنی دور کے اولین چشتیہ بزرگوں میں ہوتا ہے۔ بہمنی دور کا قیام ۱۳۴۷/۷۴۸ میں علاؤ الدین حسن بہمن شاہ کے ہاتھوں ہوا۔ زین الدین دولت آبادی علاؤ الدین حسن بہمن شاہ اور محمد شاہ بہمن کے ہم عصر رہے ہیں آپ نے نہ صرف اپنے دور کے سماج پر ایک گہرا مذہبی سماجی، تہذیبی اور سیاسی اثر چھوڑا بلکہ محمد شاہ بہمن کے دور میں بہمنی سماج میں شریعت کو قائم کرنے میں نمایاں حصہ ادا کیا ہے[۳] زین الدین دولت آبادی کے

عـ۱ـہ سوانح کے لئے دیکھو۔ سید ابو الفیض من اللہ حسینی، شوامل الجمل فی شمائل الکمل، مخطوطہ، محمد علی سامانی سیر محمدی، الہ آباد، ۱۳۴۳ھ، عبد العزیز واعظی، تاریخ حبیبی، اردو ترجمہ معشوق یار جنگ، گلبرگہ ۱۳۶۸، سید شاہ غلام علی، مشکوٰۃ نبوہ، مخطوطہ، سید من اللہ، تبصرہ خوارقات، عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، دہلی ۱۳۰۹، عبد الرحمٰن صباح الدین، بزم صوفیا، اعظم گڈھ ۱۹۴۹، قادری اے ادریس، حیات بندہ نواز، کراچی ۱۹۶۵۔ خلیق احمد نظامی، گیسو دراز، ان سائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد دوم۔

عـ۲ـہ غلام علی آزاد بلگرامی، روضۃ اولیاء صفحہ ۶۴۔ اورنگ آباد گزٹ ۱۸۸۴، صفحہ ۲۵۰

عـ۳ـہ محمد سلیمان صدیقی، صوفیز آف دی دکن ۱۳۴۸-۱۳۴۷ء پی۔ ایچ۔ ڈی تھیسس عثمانیہ لائبریری ۱۹۷۵

اہم خلیفہ سید یعقوب[1] (وفات ۹۷-۱۳۹۶/ ۸۰۰) فرزند مولانا خواجہ بن مولانا خواجگی نے گجرات کے ایک مقام نہروالا میں ایک چشتی خانقاہ قائم کی اور اپنی آخری عمر تک چشتیہ سلسلے کے مسلک کو پھیلانے کی بھرپور کوشش کی۔ آپ کے دوسرے خلفاء میں خواجہ شمس الدین تنما میراں[2] (وفات ۱۳۹۵/ ۷۹۸) جنہوں نے مریخ کے ایک قصبہ مرتضاباد میں ایک خانقاہ قائم کی اور قاضی کمال الدین جنہوں نے گجرات میں خانقاہ قائم کی قابلِ ذکر ہیں[3]

سید محمد حسنی گیسودراز شجرۂ نسب کے لحاظ سے بارھویں پشت میں جاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں آپ کے آباؤ اجداد میں ہندوستان میں سب سے پہلے ابوالحسن جنیدی یہاں آئے۔ آپ کے والد اور آپ کے نانا دونوں ہی حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے[4] سید محمد گیسودراز چار رجب ۱۳۲۱/ ۷۲۱ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلی بار دکن کا رخ اپنے بچپن میں کیا جب کہ محمد بن تغلق نے اپنا دار الخلافہ دہلی سے دولت آباد منتقل کیا۔ ۱۳۳۱/ ۳۵ ء میں آپ کے والد کے وصال پر آپ کی والدہ نے پھر سے دہلی کا رخ کیا[5] دہلی ۱۳۳۵/ ۳۶ ء کے زمانہ میں تغلق سلطنت کا دار الخلافہ تھا اور پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء اور مریدین کی ایک کثیر تعداد جن میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی۔ حضرت امیر خسرو، مولانا شرف الدین، مولانا تاج الدین، قاضی عبدالمقتدر، شیخ علاؤالدین نیلی قابلِ ذکر ہیں۔ دہلی کی رونق بنے ہوئے تھے[6]۔ ۱۳۳۵/ ۳۶ ہجری میں آپ نے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے دائرے ارادت میں داخل ہوگئے۔ آپ نے اپنی عمر

---

[1] خلیق احمد نظامی، چشتیہ، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ جلد ۲ لائبریری صفحہ ۵۲

[2] فارسی شجرہ۔ مخطوطہ ۔ ۱۲۵۹ ۔ روضہ شیخ لائبریری گلبرگہ۔

[3] سقاف صدیقہ رحمانی، صفحہ ۱۸۱ - ۱۸۰ سقاف نے گلزار ابرار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قاضی کمال الدین کی تاریخ وفات ۱۳۸۰/ ۸۲ ہے۔

[4] محمد علی سامانی، سیر محمدی، صفحہ ۷ - [5] محمد علی سامانی سیر محمدی صفحہ ۸ -

[6] - خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، صفحہ ۱۹۰ - ۱۸۰

کے ۲۱ سال (۱۳۳۵-۱۳۵۶ء / ۷۳۶-۷۵۷ھ) بحیثیت مرید کے اپنے پیر کی خدمت میں گذارے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے آپ کو ۱۳۵۶/۷۵۷ھ میں خلافت سے نوازا۔ اسی سال حضرت بندگی مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا انتقال ہوا۔ اپنے پیر کی وصیت کے مطابق آپ نے ۴۴ سال تک (۱۳۵۶-۱۳۹۸ / ۷۵۷-۸۰۱ھ) دہلی میں سجادگی کے فرائض انجام دیئے [۱]

۱۳۹۸/۸۰۱ میں دہلی سے دولت آباد کا رُخ کیا اور کئی مقامات کا سفر کر کے ۱۴۰۰/۸۰۳ میں دولت آباد آئے [۲]۔ یہاں پہونچنے پر بہمنی گورنر عضد الملک نے فیروز شاہ بہمنی کی طرف سے نذر پیش کی اور آپ کو قیام گلبرگہ کی دعوت دی [۳] خواجہ صاحب کی عوام میں بے پناہ مقبولیت اس درجہ کی تواریخ ہیں جن میں لکھا ہے کہ خواجہ صاحب دہلی سے دولت آباد کے سفر کے دوران جن جن مقامات پر قیام فرماتے وہاں عوام کا ایک بے پناہ ہجوم آپ کے ہاتھ پر بیعت کی غرض سے جمع ہو جاتا [۴]

آپ کے گلبرگہ آنے پر فیروز شاہ بہمنی اور اس کے بھائی احمد خانخاناں نے دربار کے سارے علماء اور شاہی فوج کے ساتھ شہر کے باہر آکر آپ کا استقبال کیا اور محل کے روبرو آپ کے لئے ایک خانقاہ تعمیر فرمائی [۵] جہاں آپ نے قیام فرمایا۔ سید محمد گیسو دراز کی گلبرگہ آمد پر

---

[۱] محمد علی سامانی، سیر محمدی، صفحہ ۲۶ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے ملفوظات کا مجموعہ خیر المجالس ہے جس کو حمید قلندر نے جمع کیا ہے لکھتے ہیں کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا مگر حضرت گیسو دراز ہی کے زمانے کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ [۲] جن حضرات نے گیسو دراز یا بہمنی تواریخ پر کتابیں لکھی ہیں ان میں حضرت گیسو دراز کی آمد پر اختلاف رائے ہے اور مختلف مورخین نے مختلف تواریخیں لکھی ہیں۔ لیکن اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ نے ۱۴۰۰/۸۰۳ میں گلبرگہ میں قدم رنجہ فرمائے۔ سید من اللہ لکھتے ہیں: "در سال ۸۰۳ بگلبرگہ بودند در بے کشف و کرامت دا اکثر بودند۔" دیکھو سید من اللہ تبصرۃ خوارضات، صفحہ ۱۵۲۔ محمد علی سامانی سیر محمدی ۲۴، ۲۵

[۳] محمد علی سامانی، سیر محمدی، صفحہ ۴۱ عبدالعزیز واعظی، تاریخ حبیبی صفحہ ۹۱ - [۴] محمد علی سامانی، سیر محمدی ۲۶

[۵] یہ خانقاہ قلعہ کے روبرو آج بھی موجود ہے

ماحول بے حد سازگار تھا۔ اس ماحول کا آپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور چشتیہ سلسلے کو پھیلانے اور اس کو پوری طرح تنظیم دینے کا بیڑا اٹھایا۔ چند ہی سال کے قلیل عرصے میں آپ کی روحانی اور علمی شہرت کا سکہ سارے دکن میں جم گیا۔ آپ نے نہ صرف چشتیہ سلسلے کو دکن میں فروغ دیا بلکہ گجرات میں بھی اس سلسلہ کو پھیلایا۔

سید محمد گیسو دراز چشتیہ سلسلے کی تاریخ میں ایک غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ آپ کی ثمر خیز تصانیف ہیں۔ آپ ایک سو پچیس ۱۲۵ کتابوں کے مصنف تھے ؎۱ آپ نے یہ کتابیں مختلف علوم مثلاً قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ سماع۔ مراقبہ، پیر اور مرید کے رشتے اور آداب محفل وغیرہ پر لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں مسلمانوں کے مذہبی مسائل پر واضح طور پر بحث کی ہے۔ چشتیہ سلسلے کی تاریخ میں نہ آپ سے قبل اور نہ آپ کے بعد کسی صوفی بزرگ نے اتنی کثیر تصانیف چھوڑی ہیں۔ ایک جید محقق کی حیثیت سے ان مسائل کا بغور مطالعہ کر کے انہوں نے مسلمانوں کے مذہبی مسائل کی تعلیم میں ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ کے دور کے ذی علم مثلاً مولانا مسعود بیگ اور سید اشرف جہانگیر سمنانی نے آپ سے خط و کتابت رکھی ؎۲۔ آپ نے قرآن کی تفسیر لکھی اور ایک شرح مشارق انوار جو کہ حدیث کی اہم کتاب ہے لکھی۔ امام ابو حنیفہ کی کتاب فقہ اکبر پر آپ کی تفسیر جو کہ آپ نے اپنے قیام گلبرگہ کے دوران لکھی ہے۔ آپ کے قانونی رجحان کی پوری طرح ترجمانی کرتی ہے۔ لیکن آپ کی تصانیف کا ایک بڑا حصہ تصوف پر ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتب پر شرح لکھی ہیں۔

۱۔ شرح مشارق الانوار۔ ۲۔ شرح عوارف المعارف۔ ۳۔ شرح تعرف۔ ۴۔ شرح آداب المریدین
۵۔ شرح فصوص الحکم۔ ۶۔ شرح تمہیدات عین القضات۔ ۷۔ شرح رسالہ قشیریہ

ان کے علاوہ حظائر قدس، عشق نامہ، اسماء اسرار، خاتمہ انیس عشاق، جواہر الکلم المکتوبات قابل ذکر ہیں ؎۳

سید محمد حسنی گیسو دراز نے اپنے قیام گلبرگہ کے دوران رشد و ہدایت کے سلسلہ کو قائم رکھا

؎۱ سید عبد اللہ، تیمور خوار فیات۔ صفحہ ۱۰۲ عبد العزیز واغلی، تاریخ جیبی صفحہ ۶۵-۶۴۔
؎۲ سید محمد حسنی مکتوبات ؎۳ عبد العزیز واغلی، تاریخ جیبی۔ صفحہ ۶۵-۶۴۔
خلیق احمد نظامی، گیسو دراز ان سائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۱۱۵

آپ نے یہاں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس میں اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی۔ سید محمد حسینی گیسو دراز خود حدیث، تفسیر اور سلوک پر اظہار خیال فرماتے اور بعض اوقات آپ کلام اور فقہی مسائل پر بھی گفتگو کرتے۔ قاضی راجو اور شہاب الدین حضرت گیسو دراز سے ملتقط اور قوت القلوب پڑھا کرتے۔ مولانا ابو الفتح، سید اصغر اور سید احمد حضرت گیسو دراز سے ان تفاسیر پر سبق لیتے جو کہ آپ نے مختلف صوفیا اکرام کی کتابوں پر لکھی تھیں ۱۴۰۳/۸۰۶ میں آپ کے خلیفہ مولانا علاؤ الدین گوالیاری گلبرگہ آئے اور آپ سے تمہیدات محسن القضات اور فصوص الحکم پڑھی۔ ان مشاغل کے ساتھ ساتھ آپ مختلف کتابوں کی تصانیف میں بھی مشغول رہے ۔[1]

گلبرگہ میں آپ کی خانقاہ پر عوام کا ایک بے پناہ ہجوم لگا رہتا آپ نے اپنے مریدوں میں سے (۲۴) کو خلافت سے نوازا جو اپنی جگہ اپنا مقام رکھتے تھے۔ ان میں سے آدھے خلفاء خود گلبرگہ میں اور باقی بہمنی حکومت کے دوسرے حصوں میں کام کر رہے تھے۔ سید محمد گیسو دراز اس تنظیم کی روح تھے۔ آپ کے مرید اور خلیفہ بہمنی حکومت کے مختلف مقامات سے روحانی اور علمی سرگرمیوں کے لئے آپ کی طرف نظر اٹھاتے۔

آپ کے چند اہم خلفاء جنہوں نے گلبرگہ میں قیام کیا اور اس تنظیم کو مستحکم بنانے میں حضرت سید محمد گیسو دراز کی مدد کی ان میں خود آپ کے بڑے فرزند سید محمد اکبر حسینی [2] (وفات ۱۴۰۹/۸۰۲) مصنف تبصرۃ اصطلاحات صوفیا، رسالہ اباحت سماع۔ آپ کے چھوٹے فرزند سید اصغر اللہ حسینی (وفات ۱۴۲۴/۸۲۶) آپ کے پوتے سید شاہ سفیر اللہ حسینی اور سید شاہ ید اللہ حسینی [3]

---

[1] محمد علی سامانی ۔ سیر محمدی ۔ صفحہ ۔ ۶، ۷، ۵ ۔ عبد العزیز واعظی، تاریخ حبیبی ۔ صفحہ ۷۰ ۔ ۹۳ ۔ ۵۹ سید من اللہ، تبصرۃ خوارضات، صفحہ ۔ ۱۰۲ [2] محمد علی سامانی، سیر محمدی صفحہ ۱۴۰، ۲۰ ۔ ۱۳ ۔ بعد کے مورخین کا خیال ہے کہ آپ نے تقریباً دس کتابیں لکھی ہیں [3] محمد علی سامانی سیر محمدی صفحہ ۱۱۴، ۸ ۔ ۱۳ ۔ سید غلام علی مشکوٰۃ نبوۃ ۔ مشکوٰۃ ۱۹

(وفات ۸۴۴/۱۴۴۰ ۸۵۲) مصنف محبت نامہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان خاندانی افراد کے علاوہ شاہ راجو اور خواجہ احمد دبیر جنہوں نے غالباً فیروز شاہ کے دربار سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ اس تنظیم کے پھیلانے میں کوشاں تھے۔

ان حضرات کے علاوہ آپ کے خلفا کی ایک کثیر تعداد بہمنی حکومت کے دور دراز مقامات پر اس سلسلے کے پھیلانے میں کوشاں تھی۔ ان حضرات میں مولانا علاؤ الدین گوالیاری جن کو حضرت سید محمد گیسو دراز نے سب سے پہلے ۸۰۱/۱۳۹۹ میں خلافت سے نوازا گوالیار میں اس سلسلے کی تعلیم کو جاری رکھا[1] شیخ صدر الدین خوندمیری کو آپ نے ۸۱۰/۱۴۰۷ میں خلافت دی۔ آپ ایرج پور میں قیام کیا[2] سید کمال الدین غزنوی نے بھروچ کو اپنا مسکن بنایا اور اپنے وصال تک اس سلسلے کی اشاعت میں اپنی ساری توانائیاں صرف کیں۔ قاضی اسحٰق نے چھترہ نامی مقام پر قیام کیا۔ ۸۱۰/۱۴۰۷ ہی میں حضرت سید محمد گیسو دراز نے آپ کو خلافت دی۔ قاضی اسحٰق کا تعلق علماء کے گھرانے سے تھا۔ آپ خود بھی بہت بڑے عالم تھے۔ آپ قصبہ چھترہ کے مفتی تھے[3] ان حضرات کے علاوہ قاضی محمد سلیمان اور قاضی علیم الدین) بن شریف کو بھی حضرت سید محمد گیسو دراز نے خلافت سے نوازا۔ لیکن یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ ان حضرات نے کس مقام پر قیام کیا۔

پروفیسر مجیب[4] لکھتے ہیں شیخ پیارے جو کہ شیخ عبداللہ حسینی کے مرید تھے نے سید محمد گیسو دراز سے روحانی شرف حاصل کیا۔ اور چشتیہ سلسلے کے لئے کام کیا۔ ان کے دو اہم خلفاء شیخ رضی اللہ مشتاقی اور شیخ محمد مالادہ MALADAH نے بھی چشتیہ سلسلے کے چراغ کو روشن رکھا

علاؤ الدین الہندی انصاری (وفات ۸۷۵/۱۴۷۰) جن کا تعلق الغرسہ تھا حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مریدوں میں سے تھے۔ دہلی کے قیام کے دوران اپنے پیر کے کہنے پر آپ نے حضرت سید محمد گیسو دراز کے ساتھ کئی سال تک ریاضت میں گزارے اور آپ سے روحانی علم بھی حاصل

۱۔ محمد علی سامانی سیر محمدی، صفحہ ۱۰۴، ۱۰۷ / ۱۳۳ سید شاہ غلام علی المشکوٰۃ نبوۃ شکل ۱۴

۲۔ محمد علی سامانی سیر محمدی صفحہ ۱۳۲ ۳۔ محمد علی سامانی سیر محمدی صفحہ ۱۳۲

۴۔ محمد مجیب، [illegible] صفحہ ۲۴۳

کیا۔ علاؤالدین الہندی انصاری نے ۱۳۵۹/۶۱ء میں دکن کا رخ کیا اور الندنامی مقام پر چشتیہ سلسلے کی ایک خانقاہ قائم کی جس کا فیض آج تک جاری ہے ۔[1]

حضرت سید محمد گیسو دراز نے اپنی زندگی کے ۲۲ سال گلبرگہ میں گذارے۔ اس قلیل مدت کے دوران نہ صرف آپ نے گلبرگہ کو چشتیہ سلسلے کے مرکز کی حیثیت دے دی بلکہ چشتیہ سلسلے کے خانقاہی نظام کو ایک غیر معمولی تنظیم میں بدل دیا۔ دکن کے چشتیہ سلسلے سے تعلق رکھنے والے قرون وسطی کے صوفی بزرگوں میں سید محمد گیسو دراز ہی ایک واحد صوفی ہیں جنہوں نے چشتی خانقاہی نظام کو تقریباً اسی انداز پر قائم کیا جیسا کہ شمالی ہند کے اولین دور کے صوفیائے اکرام نے کیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس نظام کی جڑیں پوری طرح دکن کی سرزمین میں سما جاتیں حضرت سید محمد گیسو دراز اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ حضرت سید محمد گیسو دراز کی غیر موجودگی نے اس نظام کی مرکزیت کو بڑی ٹھیس پہونچائی ۱۸ویں صدی عیسوی تک اس کے نظام میں کوئی کشش باقی نہ رہی۔ اسی صدی میں حضرت نظام الدین اورنگ آبادی نے ایک بار پھر اس نظام میں روح پھونکی ۔[2]

حضرت سید محمد گیسو دراز کے انتقال کے بعد تقریباً سو سال تک اس نظام کو کسی حد تک آپ کے خاندانی حضرات نے باقی رکھنے کی کوشش کی۔ ۱۴۲۲/۲۷ء میں دارالخلافہ کی گلبرگہ سے بیدر تبدیلی پر حضرت سید محمد گیسو دراز کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے حضرات نے بیدر کا رخ کیا۔ ان میں سب سے اہم نام حضرت سید محمد گیسو دراز کے پڑپوتے سید شاہ ابوالفیض من اللہ حسینی (وفات ۱۴۷۴/۸۷۹) مصنف شمائل الجمل فی شمائل الکمل کا ہے۔ آپ نے اپنے والد کے کہنے اور احمد شاہ ولی بہمنی کی دعوت پر بیدر کا قصد کیا۔ اور یہاں ایک چشتی خانقاہ تعمیر کی۔ آپ نے اپنے آپ کو

---

[1] محمد علی ساماانی سیر محمدی، صفحہ ۱۴-۱۵ بعد کے مورخین کا خیال ہے کہ آپ نے شیخ سراج الدین جنیدی سے جو کہ بہمنی دور کے اہم صوفی بزرگ ہیں سے بھی باطنی فیوض حاصل کیا تھا۔ [2] خلیق احمد نظامی تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۱۰-۴۲۷۔ [3] ہارون خان شیروانی بہمنیز آف دی دکن حیدرآباد - ۱۹۵۳، صفحہ ۱۴۳

بیدر کی سیاست سے بڑی حد تک دور رکھا اور چشتیہ سلسلے کی تعلیم کو عوام میں جاری و ساری کیا[1]

یہ وہ دور ہے جب احمد شاہ ولی بہمنی کی تمام تر امیدیں دکن کے صوفیائے کرام سے ختم ہو چکی تھیں جس کی بے حد اہم وجوہات ہیں[2] - ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احمد شاہ ولی بہمنی جو کہ حضرت سید محمد گیسو دراز سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا آپ کے وصال پر اس نے ایک صوفی کی کمی محسوس کی - اور یقیناً اس کمی نے احمد شاہ کی توجہ کرمان کی طرف مبذول کرائی - یہاں کرمانی خانوادہ کا ذکر اس لئے بے محل ہے کہ اس سلسلہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کا تعلق قادریہ سلسلہ سے ہے - بیدر میں سید شاہ ابوالفیض من اللہ حسینی کی درگاہ آج تک مرجع خلایق ہے - آپ کے فرزند سید شاہ کلیم اللہ حسینی (وفات ۱۴۸۹/۸۹۲) اور سید شاہ ابوالحسن (وفات ۱۴۹۸/۹۰۲) نے بیدر کے عوام پر ایک مذہبی اور سماجی اثر چھوڑا[3] حضرت گیسو دراز کے ایک خلیفہ حضرت راجو نے بھی دارالخلافہ کی تبدیلی پر بیدر کا رخ کیا - اور یہیں آپ کا وصال ہوا - ان حضرات کے علاوہ سید سادات سید محمد حنیف[4] (وفات ۱۴۵۵/۱-۹) جن کا تعلق گیلان سے تھا اور جو حضرت مسعود بک دہلوی کے خلیفہ تھے بیدر آئے اور یہیں کے ہو رہے - ان حضرات نے بیدر کے عوام کو چشتیہ سلسلے کی طرف راغب کیا لیکن چشتیہ سلسلے کے نظام کو باقی رکھنے میں ناکام رہے -

۱۶ ویں اور ۱۷ ویں صدی عیسوی میں چشتیہ سلسلے کی تاریخ ایک نظام کی تاریخ نہیں رہتی بلکہ بے شمار شخصیتوں کی سوانح بن کر رہ جاتی ہے - وہ نظم و ضبط و باقاعدگی جو دورِ اول کے مرکزی نظام کی خصوصیت تھی اب بالکل ختم ہو گئی - جہاں جس کو موقع ملا اس نے اپنی حیثیت صلاحیت

---

[1] غلام یزدانی بیدر اٹس ہسٹری اینڈ منیومنٹس، لندن، ۱۹۴۷ - صفحہ ۱۸۵ - [2] ہارون خاں شیروانی بہمنیز آف دی دکن صفحہ ۲۴۰ - محمد سلمان صدیقی بہمنیز آف دی دکن ۱۳۴۷ - ۱۵۳۸ پی ایچ ڈی تھیسس

[3] - غلام یزدانی، بیدر اٹس ہسٹری اینڈ مانیومنٹس، صفحہ ۸۵ اور ۱۲۸

[4] - سید محمد حسینی مکتوبات صفحہ ۳

[5] - یہ سن دوسرے سنین وفات سے مطابقت نہیں کھاتے بظاہر بے توجہی سے لکھے گئے - طلعم

اور حالات کے مطابق کام کیا۔

بیدر میں باباشاہ کو پک[1] (وفات ۱۴۰۲/۸۰۵) نے ایک چشتی خانقاہ قائم کی آپ کے علاوہ شاہ (وفات ۱۴۱۱/۸۱۰) اور خواجہ شمس الدین شہید (وفات ۱۴۴۴/۸۴۸) نے چشتیہ سلسلے کی تعلیمات کو پھیلایا۔ سید شاہ چندا حسینی[2] (وفات ۱۴۵۴/۸۵۸) خلیفہ شیخ عارف جن کا روحانی سلسلہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی سے ملتا ہے نے گوگی میں اس سلسلے کی تعلیمات کو عام کیا۔

سید محمد حسینی گیسو دراز کے انتقال کے بعد یا ۱۵ ویں صدی عیسوی کے بعد چشتیہ سلسلے میں وہ روحانی کشش باقی نہیں رہی لیکن ۱۶ ویں صدی عیسوی کے اوائل میں شاہ میرانجی شمس العشاق (وفات ۱۴۹۶/۹۰۲) شاہ برہان الدین جانم (وفات ۱۵۸۲/۹۹۰) اور امین الدین اعلیٰ نے (۱۶۷۴/۱۰۸۵-۱۰۰۶) اور آپ کے خلفاء، مریدین اور آپ سے وابستہ حضرات نے چشتیہ سلسلے کے چراغ کو کسی حد تک عادل شاہی دور میں منور رکھا۔

قطب شاہی دور میں حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے حضرات میں حسین شاہ ولی (وفات ۱۶۵۷/۱۰۶۸) اور شاہ راجو (وفات ۱۶۸۲/۱۰۹۲) قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے گولکنڈہ میں دو چشتی خانقاہیں قائم کیں۔

۱۸ ویں صدی میں جب کہ مسلمانوں کا سیاسی نظام تیزی سے زوال پذیر تھا اور ہر طرف اخلاقی ابتری اور زبوں حالی پھیلی ہوئی تھی چشتیہ سلسلے کا دور تجدید واحیا شروع ہوا۔ اس نشاۃ ثانیہ کا سہرا تمام تر حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی کے سر ہے۔ ۱۸ ویں صدی میں دکن میں چشتیہ سلسلے میں ایک نئی روح حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی جو کہ شاہ کلیم اللہ دہلوی کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے نے اورنگ آباد آکر دی۔ آپ اپنے پیر کے ارشاد پر دکن آئے اور

---

[1] محمد قطب اللہ تاریخ بیدر، حیدرآباد ۱۳۱۷، صفحہ

[2] محمد قطب اللہ۔ تاریخ بیدر صفحہ ۱۳۶ - [3] سقاف حدیقۃ رحمانی۔ صفحہ ۵۰

ورنگ آباد میں نظامیہ سلسلے کی شاندار خانقاہ تعمیر کی۔ امیر و غریب، جاہل و عالم سب ہی پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع ہوتے۔ حضرت سید محمد گیسو دراز کے بعد سرزمین کن پر چشتیہ نظامیہ سلسلے کے کسی اتنے جلیل القدر بزرگ نے قدم نہیں رکھا۔ شاہ نظام الدین صاحب نے دکن میں پہونچ کر ارشاد و تلقین کا ایسا ہنگامہ برپا کیا کہ سارا ملک ان کی شعلہ نفسی سے گرم ہو گیا۔ ؎۱

ضروری گذارش

ادارہ ندوۃ المصنفین کی ممبری یا بُرہان کی خریداری وغیرہ کے سلسلے میں جب آپ دفتر کو خط لکھیں یا منی آرڈر ارسال فرمائیں تو اپنا پتہ تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ، برہان کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ درج شدہ نمبر بھی ضرور تحریر فرمادیں۔ اکثر منی آرڈر کوپن پتہ اور نمبر سے خالی ہوتے ہیں جس سے بڑی زحمت ہوتی ہے

(جنرل منیجر)

۱؎ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشتیہ، صفحہ ۴۰-۴۰۳